مغربی تہذیب کے رجحانات واثرات

TRENDS & INFLUENCES OF THE WESTERN CULTURE

Muhammad Akram
Dr. Muhammad Haseeb

Abstract:
Western civilization is a term which refers to those specific social norms, ethical values, customs and traditions, ideological and political systems, and technology that have a special bond with Europe. Modern European civilization contends that mankind is only a material reality, nothing more. This trend has left serious effects on Islamic societies. This article provides an assessment of the ideological, religious, and political impacts of western civilization on Islamic societies.
Keywords: *Westernization, Civilization, Europe, Trends, Impacts.*

خلاصہ

" مغربی تہذیب " کی اصطلاح، اُن خاص سماجی رویوں، اخلاقی اقدار، رسوم ورواج، فکری اور سیاسی نظاموں اور ٹیکنالوجی کی طرف اشارہ کرتی ہے جن کا یورپ کے ساتھ ایک خاص پیوند ہے۔ جدید یورپی تہذیب کا اِصرار ہے کہ انسان محض ایک مادی حقیقت کا نام ہے اور بس۔ اس تہذیب کے اسلامی معاشروں پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ اس مقالہ میں مغربی تہذیب کے اسلامی معاشروں پر فکری، مذہبی اور سیاسی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔
کلیدی الفاظ : مغربیت، تہذیب، یورپ، رجحانات، اثرات۔

تعارف

مَغرِب کا لفظی معنی، سورج کے چھپنے کی جگہ، غرب، پچھم ہے۔ اس معنی میں مغارب اس کی جمع ہے۔[1] ”مغربیت دراصل، ایک سیاسی، اجتماعی، ثقافتی وفنی مقاصد کی حامل تحریک کا نام ہے۔ جس کا ہدف دیگر اقوام کے طرزِ زندگی کو عام طور پر اور مسلمانوں کے طرزِ حیات کو خاص طور پر مغربی رنگ ڈھنگ میں رنگنا ہے تاکہ ان کی مستقل شخصیت ومنفرد خصائص کو ناکارہ بنا کر انہیں مغربی تہذیب میں مقید کرکے اپنا تابع بنایا جاسکے۔“[2]

مغربیت کے فکری رجحانات

جب مسلمانوں کا دورِ عروج تھا، مغرب بحر ظلمات میں ڈوبا ہوا تھا، نہ تعلیم تھی، نہ شائستگی، یورپ گندگی کا ڈھیر بنا ہوا تھا، انہیں غسل تک کرنے کی عادت نہ تھی، مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت، انتقام اور غصے کے جذبات ابھرے۔ اس حریفانہ جذبے نے اہل یورپ میں بیداری کی ایک لہر پیدا کر دی اور مغرب میں احیائے علوم کی تحریک چلی۔ نیز روشن خیالی، وسعت نظری، سائنسی فکر اور بحیثیت مجموعی تعمیری تبدیلی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا گیا۔ مغرب میں اٹھنے والی تحریکوں نے مغرب میں مذہب کی بساط لپیٹ کر رکھ دی اور مذہب کو فرد کا ذاتی اور نجی معاملہ قرار دے دیا۔ فرد کو مکمل طور پر مادر پدر آزادی اور خود مختاری دے کر اسے خدا کے مقابلے میں مختار مطلق بنا دیا۔ دنیا کی کامیابی کو اصل مقصد قرار دے کر آخرت کے تصور کو بے دخل کر دیا۔ وحی کی برتری کا انکار کرتے ہوئے عقل، حس اور مشاہدہ و تجربہ کو معیار حق و باطل قرار دے دیا۔ ڈاکٹر محمد امین کے بقول: ” آزادی کے دلفریب نعرے کی آڑ میں عورت کو مکمل آزادی دے کر جنسی اباحت، عریانی، فحاشی اور زناکاری کو رواج دیا۔ خاندانی نظام کو برباد کیا، عورت کو متاع بازار بنایا اور معاشرت کا ستیاناس کر دیا گیا۔ مغربی فرد کو جنس زدہ حیوان بنا دیا گیا اور اشرف المخلوقات ہونے کے تصور کو دریابرد کر دیا۔ مغربی ممالک کی اسمبلیاں شراب، زنا، جوئے اور ہم جنس شادی وغیرہ کو حلال

قرار دے چکی ہیں۔ سرمایہ میں اضافہ کے لیے سود، سٹہ اور ہر قسم کے جائز وناجائز ذرائع اختیار کرنے کی اجازت دے دی گئی۔"[3] تہذیب مغرب کے چند نمایاں پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

1. یہ کہ انسان نے مادی علوم کو عقلی و تجربی بنیاد فراہم کر کے وسائل حیات کو کنٹرول کیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں تحقیق کے ذریعے ایجادات واختراعات میں نقطہ عروج کو پہنچ گیا۔
2. غیر ترقی یافتہ اقوام کا اقتصادی لحاظ سے استحصال مغرب کی مہذب قوموں کا اصول بن گیا ہے۔
3. اخلاقی لحاظ سے شہوات اور مادی منفعت ہی معیار خیر قرار پائی ہے۔
4. مابعد الطبیعاتی و عقلی اقدار مادیت پرستی کی بنیادوں کو مستحکم کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔
5. نفسیاتی حوالے سے حسیّت کا دور دورہ ہے، آرٹ اور ثقافت کے مختلف مظاہر میں کارفرما فلسفہ حسیّت ہے۔
6. معاشرہ کے اخلاقی وسماجی رویوں، منفی روابط اور خاندانی اکائیوں کی تاسیس اقتصادی خوش حالی اور بہبود آبادی سے متعلق منصوبہ بندی مجموعی طور پر کارل مارکس، ڈارون اور فرائڈ کے فلسفیانہ افکار کے زیر اثر ہوئی۔ ول ڈیورینٹ (Wil durant) اپنی تصنیف نیرنگئ فلسفہ میں لکھتا ہے کہ: " ہماری موجودہ ثقافت سطحی اور ہماری معرفت خطرناک ہے، ہمارے پاس مشینوں کی کثرت اور مقاصد کا فقدان ہے۔ مذہبی جذبہ جو عقلی توازن پیدا کرتا تھا وہ بھی ختم ہوا اور سائنس نے اخلاق کی بنیادیں ہلا دیں۔ اب ساری دنیا ایک مضطرب انفرادیت میں ڈوبی ہوئی ہے جو دراصل اخلاقی زندگی کی عکاس ہے۔" [4]
7. انسان کا معاشی مسئلہ ہر دور میں اہم رہا۔ تہذیب مغرب میں عقلی اور انسانی تحریکوں نے مذہب کی اجارہ داری کو ختم کیا، جاگیر داری نظام کو مسترد کیا، مزدوروں کو معاشی وسائل میں حصہ دار بنایا اور اس طرح دولت کی پیدائش اور تقسیم دولت کے ضمن میں سرمایہ داریت اور اشتراکیت جیسے اقتصادی نظام رائج کیے۔
8. مادی اور سیکولر اندازِ فکر سے ریاست وحکومت اور معاشرہ کی تشکیل نو کی، فلاحی ریاست اور جمہوریت کا تصور پیش کیا۔ بنیادی انسانی حقوق اور بالخصوص حقوق نسواں کا تحفظ، آزادئ فکر، عدل اور رواداری بنیادی مقاصد قرار پائے۔
9. عالم اسلام کو مغربی تہذیب وتمدن میں رنگ جانے کی دعوت دینا۔
10. ترقی یافتہ اسلامی فکر ایجاد کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا۔
11. مغربی اقتصادی نظام کو خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کرنا اور اسلام کے نظام تعدد ازواج، تحدید طلاق اور جنسی اختلاط کے موضوعات پر مسلسل گفتگو کرنا۔
12. دینی وعصری اختلافات کو ختم کر کے سب لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا۔
13. عالم اسلام کے بدنام فرقوں جیسے بہائیت، قادیانیت، شعوبیت اور فرعونیت کی امداد واشاعت کا اہتمام کرنا۔
14. سرسید احمد خان، نامق کمال، سید امیر علی، عبد الحق حامد، توفیق مکرت وغیرہ جیسے خطرناک لوگوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا۔
15. ڈارونزم، مارکسزم، سیکولرازم، حریت، نظریہ قومیت ووطنیت اور علاقیت اور دین اور معاشرے کو الگ الگ تصور کرنے جیسے تباہ کن نظریات کا پھیلاؤ۔ نبوت، وحی اور اسلامی تاریخ پر تنقید کرنے کا نظریہ۔ اسلام کی بنیادوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا نظریہ، مسلمانوں کو جہاد سے غافل کرنے کے لیے موت اور فقر سے ڈرانے کا نظریہ اور یہ نظریہ کہ عربوں اور مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب اسلام ہے۔ عالم مشرق پر مغربی تہذیب کو حاکم کرنے کے لئے استعماری طاقتوں نے جو حربے اپنائے ہیں ذیل میں ان کا مختصر جائزہ لیا جارہا ہے۔

1) عالمگیریت

عالمگیریت یا گلوبلائزیشن مغربی ممالک کا غریب کمزور اور پسماندہ ممالک کے مفاد و مصالح کو نظر انداز اور پس پشت ڈال کر تسلط اور کنٹرول کا نیا اسلوب ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو قوم وطن اور اسٹیٹ کی نفی کرتا ہے اور تمام انسانوں کے لیے صرف ایک عالم قرار رکھنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر انیس احمد کے بقول: ''آج عالمگیریت کے زیر عنوان سینکڑوں ہزاروں میل دور بیٹھ کر امریکی سامراجی قوت، دھونس اور دھمکی کے بل پر کسی بھی ملک پر سیاسی طور پر قبضہ کرنے اور اس کی معیشت، سیاست و معاشرت اور ثقافت کو اپنے رنگ میں رنگنے کو نہ صرف جائز بلکہ انسانیت کی خدمت قرار دینے میں شرم محسوس نہیں کرتی۔''[5]

جہاں تک عالمگیریت کے عالم اسلام پر اثرات کا تعلق ہے تو اس حوالے سے یہ کہنا بجا ہے کہ عالمگیریت کے نظام کا سب سے زیادہ شکار مسلم ممالک ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی یورپ کی نسبت کم ہے اور یہ خود جغرافیائی حد بندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور مرکزی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے پسماندگی اور محرومی کا شکار ہیں، کیونکہ ساری دنیا کی اسلام دشمن قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک عالمی اتحاد بنا کر میدان میں اتر آئی ہیں۔ عالمگیریت کا اہم ستون اقوام متحدہ، وولڈ بنک آئی ایم ایف ہیں، یہ ادارے مسلمانوں کا استحصال کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ بظاہر یہ ادارے دنیا میں امن وآتشی، معاشی اور معاشرتی ترقی، عدل وانصاف کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ تمام ادارے مسلم ممالک کے خلاف اپنے استعماری حربے استعمال کرتے ہیں، اقوام متحدہ کا ادارہ مسلم ممالک کے مسائل حل کرنے کی بجائے انہیں مزید الجھانے میں مصروف ہے۔ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، برما کے مسلمانوں کی حالت زار سب کے سامنے ہے۔ اگر کسی غیر مسلم ملک کا مسئلہ ہو تو یہ ادارے فوراً کود پڑتے ہیں، جب کہ مسلمان خود ہی ظلم کی چکی میں پس کر آخر خود ہی جہادی و عسکری کارروائیوں میں اتر آتے ہیں۔

مسلم ممالک عالمی مالیاتی اداروں کے شکنجوں میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں، پہلے تو اہل مغرب مسلم ممالک میں معاشی بحران پیدا کرتے ہیں، پھر انہیں امداد اور قرضے جاری کرتے ہیں جو سود در سود کے گرداب میں پھنسا کر ملکی معیشت کو تباہ وبرباد کر دیتے ہیں: ''جدید دور میں استعمار کے تمام حربوں کے لیے جو بنیادی عنصر پاور پلانٹ کا کام کر رہا ہے وہ یہی عالمگیریت کا عنصر ہے۔ میڈیا اور بین الاقوامی ادارے اور ایجنسیاں استعمار کے دیگر تمام حربوں کو روبہ عمل لانے اور کامیاب بنانے میں نہایت فعال کردار ادا کرتی ہیں۔''[6] ایک دور تھا جب ہمارے وطن عزیز پاکستان میں گلی گلی سوڈاواٹر بنانے کی مشینیں لگی ہوئی تھیں، کسی کے پاس تھوڑا بہت سرمایہ ہوتا تو وہ سوڈاواٹر کی بوتلیں بنا کر بیچتا تھا۔ اب ہم صرف ڈسٹری بیوٹرز بن کر رہ گئے ہیں، ہم سیون اَپ، کوکا کولا، فانٹا، سپرائٹ کے ڈسٹری بیوٹرز ہو سکتے ہیں، خود تیار نہیں کر سکتے، پہلے ایک غریب آدمی گھر میں چولہا جلا کر چنے کباب بنا کر بیچتا تھا اور اپنی روزی کا سامان پیدا کرتا تھا، اب وہ سب کچھ ختم ہو رہا ہے، اب فائیو سٹارز ہوٹل بن گئے ہیں، جہاں ایک رات کا کرایہ ہزاروں روپے ہے، اب پوری دنیا میں ملٹی نیشنلز کا قبضہ ہے۔ شیرٹن اور ہالی ڈے اِن کی چین ہیں۔ یہ تو یہودیوں کا ایک پروگرام ہے کہ پوری دنیا کا استحصال کرنا ہے، یہودیوں کا اصول ہے کہ تم مزدوری کرو تمہیں مزدوری ملے گی، لیکن اس کی ملائی ہم کھینچ لیں گے، یہ یہودیوں کا پروگرام ہے جسے گلوبلائزیشن کا نام دیا جا رہا ہے۔

مولانا عاصم عمر لکھتے ہیں: ''اہل یورپ کی حالت یہ ہے کہ ان کا بچہ بچہ ملٹی نیشنلز کے سود خوروں کا مقروض ہے۔ زمینیں ان کی ملکیت سے نکل چکی ہیں۔ غزائی مواد پر عیسائیت کے دشمنوں کا قبضہ ہے، یہاں تک کہ پینے کے پانی پر بھی ملٹی نیشنلز کی اجارہ داری ہے۔ خود امریکی عوام کو اس نظام کے ذریعے انہی قوتوں نے اس کتے کی طرح بنا کر رکھا ہے جس کی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مالک (ملٹی نیشنلز) کے مفادات کی نگرانی کرتا رہے۔''[7] عالم اسلام کے خلاف مغربیت کی سازشوں سے انکار ممکن نہیں، جب کوئی مسلمان ملک تھوڑی بہت ترقی کرتا ہے تو اس ملک کے

خلاف اقتصادی پابندیاں لگا کر کمزور کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ ملائشیا کے خلاف مالی بحران کھڑا کر دیا گیا، تاکہ اس کی معیشت کو تباہ کر دیا جائے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان دفاعی لحاظ سے ترقی کرتا ہے تو اس ملک پر بھی حملہ کر دیا جاتا ہے۔ خود امریکہ کے پاس ہزاروں کی تعداد میں جوہری ہتھیار ہیں، لیکن مسلمان ممالک کی ترقی اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ پاکستان ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے جرم میں ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق کو فضائی حادثے میں اڑا دیا گیا۔ اسلامی دنیا کے ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو گلی گلی رسوا کر دیا گیا۔

2) جمہوریت

عالم مشرق پر مغربی تہذیب کو حاکم کرنے کے لئے استعماری طاقتوں نے جو حربے اپنائے ان میں ایک حربہ جمہوریت ہے۔ جمہوری نظام کی نظریاتی اور فکری بنیادیں فرانس سے تعلق رکھنے والے تین مفکرین نے کھڑی کی ہیں:

1. وولٹائر نے اس نظریے کو فروغ دیا کہ ریاستی معاملات میں مذہب اور خدا کا کوئی کردار نہیں اور یہ کہ مذہب انسان کی ذاتی تسکین کا ذریعہ ہے، لہٰذا کوئی مذہب حق یا باطل نہیں۔ یہ انسان کا ذاتی معاملہ ہے۔
2. جمہوری نظام کی صورت گری کرنے والا دوسرا اہم مفکر مونتیسکو ہے، جو یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ تمام اختیارات ایک حکمران کے ہاتھ میں ہونے سے ہی ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔
3. تیسرا مفکر روسو تھا۔ جس نے فرد کی آزادی اور اس حق پر زور دیا کہ وہ جب چاہیں کوئی حکومت بنائیں اور جب چاہیں ختم کر دیں۔

جمہوری طرزِ سیاست کے معرضِ وجود میں آنے کے پیچھے کچھ فکری بنیادیں اور تاریخی عوامل کارفرما ہیں۔ تاریخی عوامل میں سب سے پہلا عنصر تو یہ تھا کہ جب مغربی عوام میں کلیسا اور مذہب کے خلاف بغاوت کے جذبات پیدا ہوئے تو ساتھ ہی اس خیال نے بھی جڑ پکڑ لی کہ انسان اپنی زندگی سے متعلق فیصلوں میں کسی مذہبی یا شاہی قانون کے پابند نہیں بلکہ اپنی قسمت اور مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ مغربیت کا جمہوری تصور تین اصولوں پر مبنی ہے:

1. حکومت اور معاشرے کے اجتماعی شعبوں میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں۔ مذہب ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔
2. دستور و قانون کی تشکیل خالصتاً عوام کا حق ہے اور ان کے منتخب نمائندے جو بھی طے کر لیں وہی دستور اور قانون ہے۔ وہ اپنے فیصلوں یا قانون سازی میں آسمانی تعلیمات کے پابند نہیں ہیں۔
3. حکومت کی تشکیل اور اس کی بقا عوام کی رائے اور مرضی پر موقوف ہے اور عوام کی مرضی یا قبولیت کے بغیر قائم ہونے والی حکومت جائز نہیں ہے۔

اگر جمہوری نظام کی فکری بنیادوں اور فلسفوں کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ نظام کسی صورت میں اسلامی نظام سیاست وحکومت سے میل نہیں کھاتا: ’’جمہوری نظام سیاست کے مقاصد میں کبھی بھی یہ مقصد بیان نہیں ہوا کہ خیر کو پھیلایا جائے گا اور شر کو روکا جائے گا، کیونکہ جمہوری نظام حکومت میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں، اگر قبیح ترین عمل بھی معاشرے میں قبولیت کا درجہ حاصل کر لے تو اسے قانونی طور پر جائز قرار دیا جاتا ہے، امریکہ میں حکومت نے شراب کی خرید وفروخت اور شراب نوشی کے عمل کو غیر قانونی قرار دیا، مگر صرف چودہ سال بعد ۱۹۳۳ء میں قانون تحریم خمر کو تنسیخ کر دیا گیا، کیونکہ امریکی عوام کی اکثریت اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھی۔‘‘[8]

جہاں تک جمہوریت کے عالم اسلام پر تہذیبی اثرات کا تعلق ہے تو اس حوالے سے یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ مغرب اپنے نظام جمہوریت کو اسلامی معاشروں پر مسلط کر چکا ہے۔ اسلامی معاشروں میں قوانین وحی کی بجائے اکثریتی رائے کی روشنی میں تشکیل پانے لگے، یہ نظام اس لیے بھی اس امت کے لیے تباہ کن ہے کہ اکثریت کی رائے کو اپنی مرضی کی شکل دینا اب مشکل نہیں رہا۔ جمہوریت کے موجودہ نظام کے بارے میں مفتی تقی

عثمانی یوں رقم طراز ہیں: " ہمارے دور میں جمہوریت کو ہی سب سے بہتر نظام سیاست قرار دیا گیا ہے اور جمہوریت پر ایمان لانا آج کی سیاست کا کلمہ طیبہ بن چکا ہے، کوئی شخص جمہوریت پر اعتراض کی زبان کھولے تو وہ سیاست کی اصطلاح میں کافر سے کم نہیں۔"[9] عالم اسلام میں جمہوریت کا پنپنا امریکی اور مغربی استعماری عزائم کا اندازہ اس اسے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی معاشروں میں اسلام پسند کا زور توڑنے کے لیے اور Moderate طبقوں کو معاشرے میں اثر ورسوخ دلانے کے لیے یہاں جمہوری نظام کا فروغ بے حد ضروری ہے۔ مغربی استعمار اسلامی معاشروں میں جمہوری نظام حکومت اور سیاست کے رواج پانے سے بے شمار فوائد حاصل کرتا ہے۔ اس حوالے سے سعدیہ روف کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ: " جمہوری نظام میں عقیدہ قومیت خود بخود مضبوط ہوتا ہے، اس نظام کے لیے راہنما اصول مغربی نظریات اور فلسفوں سے لیے جاتے ہیں۔ انتخابات کا عمل ایک مہنگا اور پیچیدہ عمل ہے۔ انتخابی مہمات کے دوران جہالت زدہ اور پسماندہ طبقات کو جھوٹے خواب دکھا کر اور امیدیں دلا کر ان کا استحصال کیا جاتا ہے۔ میڈیا کے ذریعے عوام کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ مرد وعورت، جاہل اور عاقل، مسلم وغیر مسلم، نیک وبد سب کو ایک ہی قطار میں رکھا جاتا ہے اور سب کی رائے کو برابر حیثیت حاصل ہوتی ہے۔"[10] جمہوری طرزِ حکومت کے بارے میں علامہ محمد اقبال کو ملاحظہ فرمائیں ۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے[11]

جمہوریت کے بنیادی عناصر اسلام کے عقیدہ وشریعت کے ساتھ ہر قدم پر متصادم ہیں۔ اس نظام کے اسلامی معاشروں میں رائج ہونے سے مسلمانوں کو نہیں بلکہ اسلام دشمن قوتوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ جمہوری نظام کا ثمر ہی ہے کہ جس نے علماء کو معاشرے کا کم تر فرد بنا کے رکھ دیا ہے، جب کہ فساد وفجار کو مہذب ومحترم اور ممتاز قرار دیا ہے، جو اللہ کے قانون سے نابلد ہے، اسے جج بنا دیا جاتا ہے اور اللہ کے قانون سے معرفت رکھنے والے کو فیصلے کا اختیار ہی نہیں۔ آزادی کے نام پر معاشرے کو بے حیائی، فحاشی وعریانی کے جوہڑ میں پھینک دیا گیا ہے۔ اخلاقی قدروں سے محروم کر کے باعزت گھرانوں کی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ مغرب میں جمہوریت کا مطلب ہر چیز پر جمہور کی بالادستی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر بھی جمہور کی بالادستی ہے۔ مغربی جمہوریت میں بغیر کسی رکاوٹ کے شراب، جوا، سود اور زنا کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ ہم جنسی پرستی اور بغیر نکاح کے مرد وعورت کو اکیلے رہنے کی اجازت ہے۔ یہ صرف مغربی جمہوریت کی ایک سرسری سی جھلک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے تمام پہلو سو فیصد غیر اسلامی ہیں۔ مغربی فلسفہ یہ ہے کہ انسان آزاد ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے اور اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتا ہے۔

3) مغرب نواز سیاسی قیادت کی تربیت

عالم مشرق پر مغربی تہذیب کو حاکم کرنے کے لئے استعماری طاقتوں نے جو حربے اپنائے ان میں ایک اور حربہ ایسے مقامی افراد کی تعلیم وتربیت اور ذہن سازی ہے جو استعمار کے قائم مقام کی حیثیت سے استعماری فرائض سرانجام دیتے رہیں اور ملک وملت کے وسائل خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آقاؤں کو پیش کرتے رہیں۔ کسی بھی معاشرے میں طاقت، اقتدار، اور اختیارات تین طبقات میں ہوتے ہیں یعنی فوج، بیوروکریسی، سیاسی راہنما۔ ان تینوں طبقات کی ذہنی تربیت تو استعمار جانے سے پہلے ہی کر چکا تھا۔ یہ اسی تعلیم وتربیت کا اثر تھا کہ جب طاقت کا توازن یورپ کی بجائے امریکہ کے ہاتھ میں آیا تو ہمارے حکمرانوں کا قبلہ بھی امریکہ قرار پایا۔ اس صورت حال کو خرم مراد یوں بیان کرتے ہیں: " برطانوی دور استعمار کے دوران یہاں ہمارے اہل حل وعقد نے انگریز سے یاری، اس سے مکمل وفاداری، اس کی فوجوں کے لیے اپنے جوانوں کی فراہمی اور اس کے دربار میں کرسی ہی سے انہوں نے اپنی قسمت کے ستارے کو چمکتے دیکھا تھا، چنانچہ ان کے دیرینہ تجربے اور نفسیات نے بھی انہیں یہی سمجھایا، اب جب کہ پاکستان کی صورت میں ایک بڑی جاگیر ان کے ہاتھ میں آ گئی ہے تو اس کی قسمت چمکانے کا نتیجہ بھی یہی ہے، اس میں اس کی سلامتی اور دفاع۔ اس

کے قومی اہداف کے حصول اور اس کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے، چنانچہ وہ بلا جھجک امریکہ کی سرپرستی حاصل کرنے اور اس کا یار وفادار بننے کے لیے کوشاں ہو گئے۔"[12]

مغربی تہذیب کی عالم اسلام کے خلاف سیاسی ریشہ دوانیوں کا ایک دلخراش نتیجہ جو سامنے آیا وہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ تھا۔ جب ۱۹۲۴ء میں خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا تو اسے مغربی استعماری قوتیں اسے اپنے لیے بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔ لیکن سوچنا یہ ہے کہ آخر وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی بدولت اہل مغرب کو اس بے اختیار ادارے کا وجود بھی برداشت نہیں تھا۔ خلافت کی حقیقت میں ڈاکٹر اسرار احمد ایک واقعہ نقل کرتے ہیں: " شیخ الہند مولانا محمود الحسن جب مالٹا میں اسیری کے دن کاٹ رہے تھے، اس دوران ایک بار انہوں نے وہاں موجود انگریز کمانڈنٹ سے پوچھا کہ ہماری خلافت تو ایک مُردہ خلافت ہے، آپ لوگ اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں اور اس سے آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اس پر انگریز کمانڈنٹ نے جواب دیا: مولانا آپ اتنے سادہ نہ بنیں آپ بھی جانتے ہیں اور ہمیں بھی معلوم ہے کہ یہ گئی گزری خلافت بھی اتنی طاقتور ہے کہ اگر کہیں دار الخلافہ سے جہاد کا اعلان ہو جائے تو مشرق سے مغرب تک لاکھوں مسلمان سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں گے۔"[13]

جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے تو خلافت سے محروم ہونے کے بعد یہ امت اس جدید نظام میں یتیمی کی زندگی گزار رہی ہے جہاں اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جو آتا ہے دلاسے دیتا ہے، پچکارتا ہے اور لوٹ جاتا ہے۔ پھر جمہوریت کے بازار حسن میں کوئی نیا چہرہ نمودار ہوتا ہے، عوام کے لطیف جذبات کو چھیڑتا ہے، جوش دلاتا ہے اور پھر ڈنگ مار کر چلتا بنتا ہے۔ عالم اسلام پر ایسے غلیظ طبقے کو مسلط کر دیا گیا ہے جو ہماری زبان سے زیادہ اپنے گورے آقاؤں کی زبان اور تہذیب و ثقافت کا دِلدادہ ہے۔ جس امت کو خلافت عثمانیہ کے جھنڈے تلے جمع ہونا فرض تھا، آج وہ امت اقوام متحدہ کی کفریہ حکومت کے زیر تسلط زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ انٹر نیشنل سودی مالیاتی اداروں کے تحت اس کا کاروبار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو نظام زندگی بنانے کا حق دیا گیا ہے۔ اس نظام نے عالم اسلام کو ذلت ورسوائی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیا۔ اسلامی شان و شوکت کی جگہ امریکہ اور اس کے حواریوں کی غلامی، صنعت و ٹیکنالوجی پر بالادستی کی بجائے معاشی و اقتصادی زبوں حالی۔ عالمگیر حکمرانی تو کجا خود ان کے ممالک میں ان کے انگریز آقا حکومت کرتے ہیں۔ انگریز کا پیدا کردہ وہ طبقہ جس میں سے کئی ایک کا تو شجرہ نسب بھی محفوظ نہیں، یہ لوگ ملک و قوم کو لوٹ کر اور ملی غیرت کو عالمی منڈی میں نیلام کرنے کے بعد باعزت طریقے سے نکل جاتے ہیں۔

خلافت امت مسلمہ کی وحدت کی علامت ہے، یہ مسلمانوں کے لیے ایک مذہبی، جذباتی، نفسیاتی اور تاریخی مرکز ہے، لیکن مغرب کی کوشش ہے کہ دنیا کے سامنے خلافت کو ایک ایسے نظام کے طور پر پیش کرنا ہے جو ظلم و ناانصافی اور کمزوریوں کے استحصال پر مبنی ہے اور خود کو ایک نجات دہندہ کے طور پر پیش کرے، جو عام طور پر دنیا کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو مٹھی بھر انتہا پسندوں سے بچانے کے لیے ہر حد تک جانے کو تیار ہے جو آزاد دنیا کو خلافت کی زنجیروں میں قید کرنا چاہتے ہیں: "مغرب کے نزدیک ۱۹۲۴ء میں عثمانی خلافت کے خاتمے کے بعد بھی یہ خطرہ ابھی ٹلا نہیں ہے، کیونکہ مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا میں جہاں کہیں کوئی احیائی عمل بیدار ہوتا ہے وہاں نظام شریعت کے نفاذ اور خلافت کی برکات کے حق میں کچھ صدائیں ضرور بلند ہوتی ہیں۔ خلافت کا خیال ابھی مسلمانوں کے دِلوں سے محو نہیں ہوا۔ خلافت ایک ایسا ادارہ ہے جو محض مسلمانوں کی خواہش کے زور پر عمل میں نہیں آیا، بلکہ ایمان، عمل صالح اور جہاد کی خاص شرائط کی تکمیل کے بعد قائم ہوا ہے، لہٰذا خلافت کے قیام کا امکان ختم کر دینے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ اس امت کے اندر سے ایمان، عقیدہ، عمل اور جہد مسلسل کے سب سوتے خشک کر دیئے جائیں، لہٰذا اسی مقصد کے حصول کے لیے باطل قوتیں مصروف عمل ہیں۔"[14]

عالم اسلام میں خلافت کے خاتمے کے حوالے سے ڈاکٹر محمد امین یوں رقمطراز ہیں: " اہل یورپ نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال پھیلایا۔ عربوں کو ترکی کی مرکزی حکومت کے خلاف بھڑکایا۔ ان کا نظام خلافت ختم کروایا۔ مسلمانوں کی مختلف ریاستوں کو ایک دوسرے سے لڑایا۔ شروع

شروع میں ان سے تجارتی مراعات لیں اور آہستہ آہستہ پر پھیلا کر انڈسٹریل اسٹیٹس بنائیں، ان کے لیے حفاظتی گارڈز رکھنے کے نام پر پرائیویٹ فوج بنائی، رشوت اور پیسے دے کر جرنیلوں کو خریدا اور باغیرت مسلمان حکمرانوں کے خلاف لڑائیاں لڑیں۔ مسلمان حکومتوں کو کمزور کیا، انہیں شکست دی، ان ممالک پر قبضہ کرکے ان کا اتحاد ختم کر دیا، انہیں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بانٹ دیا تاکہ نہ کبھی وہ متحد ہوں اور نہ کبھی ان کے لیے خطرہ بن سکیں۔"[15]

موجودہ دور میں مغربی تہذیب کی عالم اسلام پر اپنی پسند کی سیاسی قیادت کی حکمرانی قائم کرنے کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور امت مسلمہ کے مسائل اور تکالیف پر ان حکمرانوں کا رویہ اور احساسات کیا ہیں، اس کی چھوٹی سی جھلک پرویز مشرف کے اس بیان سے نظر آتی ہے جو انہوں نے ۱۲ جنوری ۲۰۰۱ء کو دیا۔ پرویز مشرف نے واضح طور پر یہ کہہ دیا کہ :" ہم کوئی اسلام کے ٹھیکیدار تو نہیں۔" اسی طرح عرب ممالک کے قلب میں یہودیوں کا اپنی پوری قوت و بازو سے اپنی ریاست بنانا، عراق کا ایران پر حملہ اور پھر کویت پر یلغار، ارض مقدس میں امریکی فوجیوں کا اترنا، استعماری حملوں کا شکار ہونے والے مہاجرین کے لیے مسلم ممالک کا اپنی سرحدوں کو بند کرنا، یہ سب مسلم حکمرانوں کی بے حسی اور ظلم واستبداد کے علاوہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ حکمران استعماری آقاؤں کے ہاتھوں محض کٹھ پتلیاں ہیں، عالم اسلام نے اپنے جن مسائل کے حل کے لیے امریکہ سے امید لگائی ناکام ہوئے، پرویز مشرف نے تو اس حد تک بیان دیا تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔

عربوں کی صورت حال بھی کچھ اس طرح ہے: "کئی عرب ممالک کے حکمرانوں میں خدا پرستی کی بجائے قوم پرستی کا یہ عالم رہا کہ مصر کے جمال الدین ناصر نے اپنے ریاستی دستور سے اسلام کو کھلم کھلا خارج کرکے عرب سوشلزم کو سرکاری مذہب کے طور پر اختیار کیا"۔[16] حد تو یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے قوم کی بیٹیوں تک کو کفار کے حوالے کر دیا۔ مغرب نواز حکمرانوں کے بارے میں مریم خنساء کے جذبات ملاحظہ فرمائیں:" مسلمان حکمرانوں کو کبھی یہ جرات نہ ہو سکی کہ مظلوم مسلمان خطوں مثلاً کشمیر، فلسطین، بوسنیا، برما، وغیرہ کے حق میں مضبوط اور دلیرانہ مؤقف اپنا سکیں۔ اس کے برعکس ہم اس دور کا جائزہ لیتے ہیں، جب خلافت موجود تھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف مسلمان امراء، گورنروں اور خلفاء نے اپنی ذاتی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود کبھی دینی غیرت پر سمجھوتہ نہیں کیا تھا۔"[17] عصر حاضر میں میڈیا کی بھرپور قوت کے ساتھ سیٹلائٹس کے ذریعے ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، اخبارات، جرائد یعنی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی ساری قوت اس بات پر لگا دی گئی ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں: "مسلمان ممالک پر مغرب کے ایجنٹ آمر حکمران مسلط کیے جائیں خواہ وہ فوجی ہوں، خواہ بادشاہ یا سیاست دان ہوں۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان عوام کی نہ مانیں، مغرب بہادر کے حکم پر چلیں ورنہ چھٹی۔ مشرق بعید سے لے کر مشرق قریب تک وسط ایشیاء، مشرق اوسط، افریقہ، غرض جہاں جہاں مسلمان ممالک ہیں اس اسکیم پر بہر صورت عمل کرایا جارہا ہے۔"[18]

لہٰذا وطن عزیز پر ایسے حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں جو مغرب کے ناجائز دباؤ کو برداشت کر سکیں۔ ایسے حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ اور طول دینے کے لیے مغرب کے ناجائز دباؤ کو قبول کر لیتے ہیں اور جمہوریت کے مؤقف سے صرف نظر کر لیتے ہیں، بلکہ مغرب کے ساتھ مل کر کمزور مسلم ممالک کو کچلنے میں مغربی طاقتوں کا ساتھ دینا قبول کر لیتے ہیں۔ ایسے حکمران نہ عوام کی مرضی سے برسر اقتدار آتے ہیں نہ عوام کی مرضی سے اقتدار پر رہ سکتے ہیں۔ ایسے حکمرانوں کو مغرب کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے، ایسے حکمران مغربی سامراج کے ایجنٹ بن کر دہشت گردی کے پر فریب نعرے سے عوام میں انتشار پھیلانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

4) مغربیت نواز دینی دانشوروں کی تربیت

مغربیت کی تحریک عالم مشرق کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے جو حربے اپنائے ہیں، ان میں ایک اہم حربہ ایسے افراد کی تربیت ہے جو مسلم دنیا کو مغربی تہذیب اپنانے کی ترغیب دلا سکیں۔ عالمِ اسلام میں جن لوگوں کی اس خاص ہدف کے تحت تربیت کی گئی ان میں ایک شخصیت محمد علی والئ مصر کی ہے

جنہوں نے ۱۸۰۵ میں یورپی نظام کے مطابق ایک لشکر تیار کرکے یورپ روانہ کیا۔ احمد پاشا بانی اوّل نے تونس میں ایک لشکر تیار کیا اور حربی علوم کا مدرسہ کھولا۔ وہاں پڑھانے والے اساتذہ فرانس، اٹلی اور انگلینڈ کے تھے۔ عثمانی بادشاہ عبدالحمید نے ۱۸۳۹ء میں ایک منشور جاری کیا جس میں غیر مسلموں کے لیے فوجی خدمات پیش کرنے کی اجازت دی۔ سلطان سلیم ثالث نے جنگی و بحری سکول قائم کرنے کے لیے سویڈن، فرانس، ہنگری اور برطانیہ سے انجینئروں کو اپنے ملک بلوایا۔ قاجار خاندان جس نے ایران پر حکومت کی تھی، اس نے ۱۸۵۲ء میں مغربی طرز پر علوم وفنون کا ایک کالج کھولا۔ رفاعۃ الطہطماوی پیرس گئے، وہاں انہوں نے ۱۸۲۶ء سے ۱۸۳۱ء تک پانچ سال قیام کیا، اسی طرح خیر الدین تونسی نے ۱۸۵۲ء سے ۱۸۵۶ء تک پیرس میں قیام کیا۔ یہ دونوں حضرات پیرس سے اپنے افکار لے کر واپس لوٹے جو عقلی بنیاد پر معاشرے کو لادینیت پر استوار کرنے کی دعوت دیتے تھے۔

۱۸۳۰ء سے یورپی ممالک سے تعلیم حاصل کرکے واپس آنے والوں نے فولٹر، روسو اور مونتسکیو کی کتب کا ترجمہ شروع کر دیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ مغربی افکار کو فروغ دیا جائے۔ کرومو نے اسکندریہ میں حکمران لیڈروں کی نئی نسل کی تربیت کے لیے مغربیت کی طرزِ تعمیر میں وکٹوریہ کالج بنایا تا کہ نئی نسل مغربی افکار سے آشکار ہو سکے۔ ۱۸۶۰ء سے مغربیت کی تحریک نے لبنان میں انتداب کے ذریعے اپنا اثر ورسوخ شروع کر دیا اور پھر وہاں سے خدیوی اسماعیل کی سرپرستی میں یہ تحریک مصر میں پھیل گئی۔ جس کا مقصد مصر کو مغرب کا حصہ بنانا تھا۔ ابراہیم الیازجی کے امریکی انجیلی وفود کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے۔ پطرس البستانی نے ۱۸۶۳ء میں عربی زبان اور جدید تعلیم کے لیے ایک مدرسہ بنایا۔ وہ پہلے مسیحی تھے جو عربیت اور وطنیت کی دعوت دیتے تھے۔ ان کے نزدیک وطن کی محبت ایمان کی جز ہے۔ جرجی زیدان نے ۱۸۹۲ء میں مصر سے الھلال نامی رسالہ شائع کیا۔ ان کے امریکی نمائندوں کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ نیز اسلام و مسلمانوں پر افترا کرنے کے لیے تاریخی قصوں کے ایک بہت بڑے سلسلے کو جمع کر رکھا تھا۔ سلیم تقلا نے مصر میں الاھرام نامی اخبار شائع کیا۔ اس سے پہلے مدرسہ عنتبیہ میں تعلیم حاصل کی، اس مدرسے کے بانی ایک امریکی مبلغ فاندیک تھے۔

سلطان محمود ثانی نے ۱۸۲۶ء میں انکشاریہ عثمانیہ کا خاتمہ کرکے مغربی لباس اپنانے کا حکم دیا جسے فوج اور شہریوں پر لازمی قرار دے دیا۔ جمال الدین افغانی نے عالم اسلام اور مشرق ومغرب کے افکار کا مطالعہ کیا۔ دورِ جدید میں خفیہ جماعتوں کا نظام مصر میں داخل کیا۔ یہ ماسونی کلبوں میں شریک ہوتے تھے اور نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ نشاہ وترقی کے متعلق جمال الدین افغانی کی باتیں ڈارون کی باتوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ قاسم امین نے تحریک آزادئ نسواں اور عورتوں کے لیے سرکاری وغیر سرکاری سطح پر کام کرنے کے مواقع فراہم کرنے کی تحریک شروع کی۔ اس سلسلے میں ان کی دو کتب تحریر المراۃ ۱۸۹۹ء، المراۃ الجدیدۃ ۱۹۰۰ء میں چھپیں۔ طٰہٰ حسین عالم اسلام میں مغربیت کی دعوت دینے والے اہم افراد میں سے ایک ہیں۔ محمود عزمی مصر میں فرعونیت کے سب سے بڑے داعی تھے، انہوں نے مستشرق ڈورکایم سے تعلیم حاصل کی۔ جس کا کہنا تھا کہ اقتصاد کا تذکرہ کرو تو شریعت کا تذکرہ نہ کرو اور اگر شریعت کا تذکرہ کرو تو اقتصاد کا تذکرہ نہ کرو۔ محمد حسین ھیکل کا شمار اہم مغربی افکار کے حامل افراد میں ہوتا ہے۔ اخبار السیاسہ کے چیف ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ شبلی شمیل نے دعوت لادینیت اور تحریک تنقید ادیان واخلاق کی قیادت کی۔

عالم اسلام میں مغرب نواز دانش ور طبقہ کے خطرات ایک لحاظ سے مغرب نواز سیاسی قیادت سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ یہ مغرب کی خوش قسمتی ہے کہ مسلم ممالک میں دانشوروں کا ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو مسلمانوں سے زیادہ مغرب اور امریکہ کا خیر خواہ ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات سے مبرا ہو کر اور یہود ونصاریٰ کا اصلی چہرہ دیکھے بغیر ہی مغربی مادی ترقی اور ظاہری چمک دمک دیکھ کر مغرب کا دلدادہ ہو گیا ہے۔ یہ دانشور اپنی تقریروں، تحریروں، بیانات اور طرزِ فکر سے مغرب کے مقاصد کو پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ یہ دانشور اپنی چرب زبانی سے قوم کو یہ باور کرواتے ہیں کہ مذہب کو دین سمجھنے کا زمانہ بیت گیا، اب ہمیں ترقی وخوشحالی کے لیے آسمان کی طرف نہیں بلکہ مغرب کی طرف دیکھنا

ضروری ہے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: " قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتایا جائے گا اور "رویبضہ" بات کریں گے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ رویبضہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: گھٹیا لوگ جو لوگوں کے اہم معاملات میں بولا کریں گے"۔[19]

ایسے دانشور ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں نظر آئیں گے جو کبھی نظام خلافت کے مقابلے میں جمہوریت کو ترجیح دیں گے، مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کا پرچار کرتے ہیں۔ مغربی سامراج کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو ناعاقبت اندیش قرار دے کر مغرب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، ان باکردار، غیور حریت پسندوں پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کا لیبل لگا دیتے ہیں: " اس دور میں امت مسلمہ کی علمی و فکری قیادت برصغیر اور مصر کے اہل علم کے ہاتھ آ چکی تھی۔ بعض مسلمان مفکرین نے اسلام کو جدید الحادی نظریات سے منطبق کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے اسلام کے بعض بنیادی عقائد و اعمال کا بھی انکار کر دیا، اس نقطۂ نظر کو ماننے اور پھیلانے والوں میں ہندوستان کے سر سید احمد خان، مصر کے طٰہٰ حسین اور سعید زغلول شامل ہیں۔ اسی فکر کو بیسویں صدی میں غلام احمد پرویز اور ان کے شاگرد ڈاکٹر عبد الودود نے پیش کیا۔ روایتی اور جدید نقطۂ نظر کے حامل علماء کرام کے اثر ورسوخ کے پیش نظر اس فکر کو مسلم معاشروں میں عام مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔"[20] ان کے بعد جدید طرزِ فکر رکھنے والے علماء کرام نے مغرب کے الحادی افکار پر کڑی تنقید کی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت تو ناقابل تغیر ہے۔ اس نقطہ نظر کے حاملین میں برصغیر پاک و ہند کے اہل علم ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، ابو الکلام آزاد، علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، حمید الدین فراہی اور سید ابو الاعلیٰ مودودی اور مصر کے علماء میں رشید رضا، حسن البنا اور سید قطب شامل ہیں۔ ایران میں امام خمینی اور استاد مرتضی مطہری جیسے علماء نے مغرب نواز دانشوروں کے نظریات کو ردّ کیا۔ ان علماء نے عالم اسلام میں بڑی بڑی تحریکیں برپا کیں جن کے نتیجے میں جدید طبقہ اسلام کی حقیقی روح سے متعارف ہوا۔

5) اسلامی قوانین اور معاشرتی اقدار پر حملہ

مغربیت نے اسلامی قوانین اور اسلامی و معاشرتی اقدار کو مسلسل اپنے حملوں کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ یہ قوانین و اقدار مغرب کے استعماری ایجنڈے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ مغرب کی تمام تر سعی کے باوجود وہ اسلامی معاشروں کو مکمل طور پر اپنی خداد بیزار اور مادر پدر تہذیب کے رنگ میں نہیں رنگ سکا۔ مسلم معاشروں کے لاشعور ہی میں کچھ ایسے اعمال وافعال کی کراہت بیٹھ چکی ہے کہ مغرب کی انتھک کوشش کے باوجود ہماری روشن خیالی کچھ بنیادی حدود کو عبور کرنے کے لیے تیار نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں وقتاً فوقتاً کچھ ایسی سوچیں یا تحریکیں سر اٹھاتی رہتی ہیں جن کا مقد یہی ہے کہ مسلم ممالک میں شرعی نظام کا نفاذ کیا جائے۔ اگر ان کی کوشش رنگ لاتی ہے تو نہ صرف مسلمان بلکہ اہل مغرب بھی اسلامی قوانین اور شرعی نظام کی برکات سے اپنے مسائل حل کر لیں گے۔ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر لکھتے ہیں کہ: " بلا شبہ مغرب میں موجودہ قانون کی جمیع اقسام اور صورتوں کا مصدر رومی قانون ہے، جب کہ مشرق میں اسلامی قانون کو ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل رہی ہے، جس کی وجہ سے مغرب اسلامی قانون کو اپنا حریف خیال کرتا ہے، پس مستشرقین کی ایک جماعت نے اسلامی قانون کو خاص طور پر اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا، تاکہ اس کے بارے میں تشکیک و شبہات وارد کر کے اس کی اہمیت کم کر سکیں۔"[21]

مغرب نے یہ لائحہ عمل اپنایا ہے کہ ایک طرف اسلامی و شرعی قوانین کے مصادر قرآن و سنت پر حملہ کیا جائے، قرآنِ مجید کو الہامی کتاب کی بجائے نعوذ باللہ محمد ﷺ کی اپنی تصنیف ثابت کیا جائے اور ذخیرہ حدیث کی صحت سے متعلق عام مسلمانوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا جائے۔ مغرب کے نزدیک اسلامی قوانین اور معاشرتی اقدار، ظالمانہ وحشیانہ اور پسماندہ ہیں، اس غرض سے انہوں نے استشراق کا ایک گروہ تیار کر رکھا ہے جو میڈیا کا سہارا لے کر اسلامی قوانین کے خلاف پراپیگنڈہ کی مہم چلائی جارہی ہے، مستشرقین یہ واویلا کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید کلام الٰہی نہیں بلکہ

انسانی ذہن کی اختراع ہے اور احادیث مبارکہ کے بارے میں بھی ان کا نظریہ یہ ہے کہ حدیث ایک مشکوک اور ناقص ذریعہ قانون سازی ہے۔ قانون حد کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے اور اسے غیر مہذب سزا قرار دے کر شرعی قوانین کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

حجاب کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ حجاب کا حکم عام مسلمان عورتوں کے لیے قرآن سے ثابت نہیں اور یہ حکم صرف حضور ﷺ کی ازواج کے لیے مختص ہے، اسی طرح اگر ایک مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے تو ایک عورت چار شادیاں کیوں نہیں کر سکتی۔ مغرب کا مقصد اور بنیادی ایجنڈہ یہی ہے کہ شرم وحیا، عفت وعصمت اور خاندانی نظام کے تصورات کو ختم کیا جائے۔ ان تمام کوششوں اور اقدامات کا مقصد یہی ہے کہ اسلامی قوانین واقدار کو غیر مہذب ثابت کیا جائے۔ آج جدید دور کا انسان اتنا باعلم اور بااختیار ہو چکا ہے کہ اسے کسی آسمانی راہنمائی کی ضرورت نہیں، لیکن یہ امت مسلمہ پر اللہ کا خاص کرم وعنایت ہے کہ ہمارے اندر ایسے علمائے دین پیدا فرمائے جنھوں نے مستشرقین کی فکر کا منہ توڑ جواب دیا ہے اور استشراقی فکر کو دیوار کے ساتھ پٹخ کر دے مارا ہے۔

6) مسلمان آبادی کی تباہی

استعماری قوتوں نے نسل انسانی کی ہلاکت وبربادی کے لیے بڑے بڑے منصوبوں کے جال بنے ہیں۔ مغرب کی اپنی آبادی تو کم ہوتی جارہی ہے، لیکن امت مسلمہ کی آبادی کو کم کرنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی اور خوش حال ترقی کے منصوبے شروع کیے ہیں اور ہماری نسل کو تباہ کیا جارہا ہے اس سلسلہ میں مریم خنساء کا تبصرہ کچھ اس طرح ہے: ” مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد روسی امپریلزم سے بھی بڑا خطرہ ہے، لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہے اس معرکے میں حصہ لینے والے ہر شخص کو حکومت کی طرف سے مالی امداد کی جائے۔ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کی آبادی کو کم کرنے کے لیے کام کیا جائے حتی کہ ان کی آبادی کی شرح کم ہو کر صفر کی سطح تک پہنچ جائے۔“[22] آج امریکہ، ایشیا اور افریقہ کی آبادی کو کنٹرول کرنے کے لیے دل کھول کر سرمایہ خرچ کر رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے بے شمار ہتھکنڈے استعمال کیے گئے ہیں۔ اردن میں خاندانی منصوبہ بندی کے لیے استعمال ہونے والے لٹریچر میں اسلامی اصطلاحات کا استعمال بکثرت کیا گیا ہے۔ فلسطین کے تعلیمی نصاب میں منع حمل کی تعلیمات کے لیے اقوام متحدہ نے ۵۴ء۷ ملین ڈالر مختص کیے تھے۔

لبنان میں ۳۰۱ ملین ڈالر مختص کیے گئے۔ انڈونیشیا کے علماء کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ ضبط ولادت اور منع حمل کے لیے اسلامی جواز پیدا کریں۔ انڈونیشیا کی مسلمان فوجی خواتین کی بندوق کی نوک پر کیمپوں میں لے جا کر نسل بندی کی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں نوجوان بچیوں کو ٹیکے لگائے جاتے ہیں تاکہ شرح آبادی میں کمی ہو۔ مصر، بنگلا دیش اور دیگر مسلم ممالک میں بھی شرح پیدائش میں کمی کے لیے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں فیملی پلاننگ کی آڑ میں بہت سی سرکاری وغیر سرکاری تنظیمیں سرگرم ہیں۔

مسلم آبادی کو کم کرنے کے لیے صرف ایک طریقہ ہی نہیں اپنایا گیا بلکہ ذرائع ابلاغ سے بھی بھرپور مدد لی گئی ہے۔ بلکہ مسلم ممالک پر حملوں کے ذریعے بھی قتل عام کیا گیا۔ بوسنیا، چیچنیا، فلسطین، عراق، کشمیر، برما، افغانستان میں عورتوں اور بچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ نئی نسل کی تباہی کا ایک اور طریقہ بھی اپنایا جارہا ہے معاشرہ میں فحاشی، عریانی اور شہوت پرستی کو فروغ دیا جارہا ہے، اس مقصد کے حصول کے لیے شیطانی کارندے پوری محنت اور جانفشانی سے کارِ بد میں مصروف ہیں۔ کمپیوٹر، ٹی وی، موبائل انٹرنیٹ کے ذریعے مسلم معاشروں کو تباہی کی طرف دھکیلا جارہا ہے، ثقافت آرٹ روشن خیالی کے نام پر مخلوط ماحول اور عورتوں کو دفاتر اور بازاروں میں لاکر ہماری نسلوں کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا گیا ہے۔

7) جدید نظامِ تعلیم

یورپ نے برصغیر پاک وہند میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کیے ان میں سب سے زیادہ کامیاب اور دور رس نتائج کا حامل ان کا نظام تعلیم تھا۔ اور یا مقبول کے مطابق: " لارڈ میکالے نے ۱۸۳۵ء میں برطانوی پارلیمنٹ میں تقریر کے دوران اعتراف کیا تھا کہ ہندوستان کے سفر کے دوران اسے کوئی بھکاری یا چور نظر نہیں آیا۔ ملک کی اخلاقی حالت بہت بلند ہے اور اقدار کا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ ہم اس ملک کو اس وقت تک فتح نہیں کر سکتے جب تک ہم اس کی ریڑھ کی ہڈی نہ توڑ دیں۔ یہ ریڑھ کی ہڈی اس کی روحانی اور معاشرتی میراث ہے اور یہ میراث ان کا غیر رسمی نظام تعلیم منتقل کر رہا ہے۔"[23] مسلمان ممالک کے نظامِ تعلیم میں مغرب اس حد تک دلچسپی لیتا ہے کہ ہمارے نصاب کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لیے کروڑوں ڈالر خرچ کرتا ہے، حالانکہ ان کو ہمارے نظام تعلیم پر نظر رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہمارا اور ان کا نظریہ جدا جدا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے نصاب تعلیم سے اسلاف کے کارناموں کو نکال دیا جائے۔ اس کے علاوہ انصاف، اخلاق، شرم وحیا، عدل، حاکمیت اعلیٰ کی جگہ حقوق نسواں، انسانی حقوق، مذہبی جبر کے خلاف تحریک کو شامل کرنا اور لبرل ازم کا نعرہ دینا ضروری ہے۔ اس پالیسی کے نفاذ کے لیے امریکہ نے پاکستان کو سوملین ڈالر دینے کا اعلان کیا تھا، تاکہ تعلیمی نظام میں اصلاحات کی جائیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کا ادراک مولانا مودودی نے اپنی ایک تقریر میں کیا تھا: " یہ تعلیمی ادارے نہیں بلکہ قتل گاہیں ہیں۔ موجودہ نظام تعلیم میں ملت اسلامیہ کے نونہالوں کو تعلیم وتربیت کے لیے جو انتظام کیا جاتا ہے وہ دراصل ان کو ملت کی پیشوائی کے لیے نہیں بلکہ اس کی غارت گری کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔"[24]

مغربی تہذیب کی فکری بنیادوں پر استوار جدید تعلیمی نظاموں نے ہمارے مروجہ قدیمی تعلیمی نظام کو تباہ وبرباد کر دیا ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام سے نظریے اور دینی فلسفے کی روح پرواز کر چکی ہے۔ اس کی جگہ مغربی نظریات نے لے لی ہے۔ مغربی نظام تعلیم نے آج سب سے بڑی خرابی پیدا کی ہے کہ دین اور دنیا کو الگ الگ خانوں میں بانٹ دیا ہے۔ صدیوں سے اسلامی نظام تعلیم کے مراکز مساجد اور مدارس ہوا کرتے تھے، ان مدارس میں قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، اصول تفسیر کے ساتھ ساتھ علم طب، جغرافیہ اور جدید علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، تعلیم کا مقصد صرف کائنات کے چھپے رازوں تک رسائی نہ تھی، بلکہ معرفت خداوندی بھی اہم مقصد تھا۔ جب کہ آج استعمار کے زیر اثر دینی اور دنیاوی تعلیم کے لیے علیحدہ علیحدہ مدارس قائم کر دیے گئے ہیں۔ آج مسلم معاشرے کی صورت حال یہ ہے کہ دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے لوگوں کو وہ مقام اور مرتبہ نہیں ملتا جو دوسرے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو ملتا ہے۔ یہ یورپ کا نظریہ ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف اعلیٰ معیار قائم کرنا اور نوکری حاصل کرنا ہے۔ آج یہی مقاصد مسلم معاشرے میں بھی نظر آتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد اچھے مسلمان نہیں بلکہ قابل ڈاکٹر، انجینئر اور سائنس دان بنانا ہے۔ اسلامی ممالک کے نظام تعلیم کا ایک اور سنگین مسئلہ ذریعہ تعلیم بھی ہے۔ جو ملک جس استعماری طاقت کے زیر تسلط رہا، اسی کی زبان اسی ملک میں عزت وسربلندی کی علامت سمجھی جانے لگی، لہٰذا جب ہم نے انگریزوں کے زیر تسلط رہ کر ان کا نظام تعلیم اپنایا تو ان کی اقدار اور رسم ورواج بھی اپنانے پڑے اور مقامی زبان کو ثانوی حیثیت حاصل ہو گئی۔ لہٰذا ہمارے ملک میں نظامِ تعلیم تین طبقات میں بٹ کر رہ گیا ہے:

1. انگریزی سکول جن کا معیار انٹر نیشنل لیول کا ہے، ان سکولوں کی فیس بھی عام آدمی برداشت نہیں کر سکتا، لہٰذا امیر طبقہ انگریزی سکول وکالج کی طرف مائل ہو گیا۔
2. دینی مدارس جو عام طبقہ کے لیے ہیں، غربت وافلاس کے مارے لوگ ان مدارس کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔
3. تیسرا درجہ عام سکول اور کالج کا ہے، جس کا کوئی پرسان حال نہیں۔

ہماری نوجوان نسل کے اندر پاکستان کی نظریاتی اساس کے شعور کو ترک کرنے کا اہم ذریعہ نظام تعلیم ونصاب تعلیم ہے۔ اس مقصد کے لیے کی جانے والی استعماری کوششوں کے متعلق سلیم منصور خالد لکھتے ہیں: " پاکستان کے قومی نظام تعلیم کے جسد ملی میں روح محمد ﷺ کی بچی کھچی رمق کو نچوڑ کر رکھ دینا امریکی سامراج کا ہدف ہے۔ اس کے لیے انہوں نے پاکستان کی وزارت تعلیم کو بے دست وپا بنا کر ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے۔ اور ہر

ٹکڑے پر چار چار عالمی این جی اوز کو بٹھا دیا ہے جن کی وفاداریوں کا مرکز پاکستان میں نہیں بلکہ سات سمندر پار ہے۔ ان این جی اوز کی حکمرانی وزارت ہائے تعلیم اور ادارہ ہائے نصابیات سے لے کر اساتذہ کی تربیت اور انہیں دفتری اور انتظامی گر سکھانے تک پھیلی ہوئی ہے۔"[25] لہٰذا ان این جی اوز کی بدولت ہمارے تعلیمی اداروں میں مخلوط ماحول، محافل موسیقی، ناچ گانا، صحت مند غیر نصابی سرگرمیاں عروج پا گئیں، ہماری نوجوان نسل کے اذہان میں جاہلی تہذیب کی محبت کا بیج بویا گیا۔ تعلیمی اداروں کو کاروباری مراکز بنا دیا گیا ہے، انگریزی زبان کی آڑ میں انگریزی تہذیب وثقافت کو پروان چڑھایا گیا ہے، ہمارے دینی مدارس بھی استعمار کے خصوصی اہداف ہیں۔

8) اسلام دشمنی

مغربی تہذیب کی ایک نمایاں خصوصیت، اسلام دشمنی ہے۔ قرآنِ مجید کو جلانے اور بے ادبی کرنے کا کام اسی یورپ کا نام نہاد دانشور کرتا ہے اور کبھی احتجاج کیا جائے تو مسلمانوں کو بنیاد پرست اور دہشت گرد ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب کے دعویداروں نے آزادیٔ رائے کے نام پر گستاخی رسول اکرم کا جواز تراشا ہے۔ بھارتی ملعون سلمان رشدی جو آج کل برطانوی شہریت حاصل کر چکا ہےSatanic verses (شیطانی آیات) ناول کے انداز میں لکھی جانے والی کتاب ہے۔ جس میں اس ملعون نے حضور ﷺ، آپ کی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کو بہت توہین آمیز الفاظ میں پیش کیا ہے۔ اس نے تمسخرانہ انداز میں اس دور کی اکابر شخصیات کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس کتاب پر پوری دنیا میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی اور امام خمینی جیسے بعض مسلمانوں نے سلمان رشدی کو گستاخ رسول قرار دیتے ہوئے اس کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ صادر کیا۔ لیکن حکومت برطانیہ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا اور کئی سالوں سے حکومت برطانیہ اس کی حفاظت کر رہی ہے اور اس پر لاکھوں پاؤنڈ خرچ کر رہی ہے۔ حکومت برطانیہ کہتی ہے کہ ہم ایک شخص کی حفاظت نہیں کر رہے، بلکہ ہم آزادیٔ رائے کے حق کی حفاظت کر رہے ہیں۔

ابو عمار زاہد لکھتے ہیں: "اسی سلسلے کی ایک اور کڑی تسلیمہ نسرین بھی ہے۔ اس نے بھی اسی طرح کی خرافات پر مشتمل چند کتب لکھی ہیں۔ بنگلادیش کے علماء نے اس کے خلاف مقدمہ دائر کر کے اسے گرفتار کروا دیا۔ یورپی یونین نے باقاعدہ سرکاری سطح پر اس کو رہا کرانے کا بندوبست کیا اور ان کا نمائندہ باقاعدہ ڈھاکہ آیا اور اسے چھڑا کر ساتھ لے گیا۔ وہاں اسے مال بھی دیا گیا اور پناہ بھی دی گئی۔"[26] اسی طرح کی جسارت قاہرہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر نصر ابوزید نے بھی کی ہے۔ اس نے "وحی اور عقل کا تقابل" نامی کتاب لکھ کر اہل اسلام میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ نصر ابوزید کہتا ہے کہ دیکھیں آج ایک شخص جو ہوائی جہاز میں سفر کرتا ہے، انٹرنیٹ استعمال کرتا ہے، آج کی جدید ٹیکنالوجی پر عبور رکھتا ہے، اس شخص کو اس شخص کی پیروی کرنے کے لیے کہا جاتا ہے جو خیموں میں رہتا تھا، خچر پر سواری کرتا تھا۔ نصر مزید کہتا ہے کہ جب تک ان اساطیر اور خرافات سے آج کی نسل نجات حاصل نہیں کرے گی ترقی نہیں کر پائے گی۔ جن اساطیر اور خرافات سے قرآنِ مجید بھرا پڑا ہے۔

مغرب میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخیوں کا ایک سلسلہ جاری ہے اور مسلمانوں کے دلوں سے حضور ﷺ کی محبت کو کم کرنے کے لیے فرانس، سویڈن، ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک میں توہین آمیز خاکوں اور پراپیگنڈہ فلموں کا تسلسل جاری ہے۔ سعدیہ روف کے بقول: "مغرب کا ایک مقصد یہ ہے کہ جس رفتار سے خود مغرب میں اسلام مقبول ہوتا جا رہا ہے اور آئے روز اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اس سے نپٹنے کے لیے اپنی عوام کے دِل ودماغ میں پیغمبر ﷺ کے خلاف (نعوذ باللہ) حقارت اور غیر سنجیدگی کے جذبات کو فروغ دیا جائے۔۔۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ کسی بھی برائی کو بار بار دہرایا جائے تو آہستہ آہستہ اس کے برا ہونے یا قابل اعتراض ہونے کا تصور معدوم ہو جاتا ہے، ان گستاخانہ جسارتوں کو وقتاً فوقتاً دہرانے میں ایک مقصد یہ بھی پوشیدہ ہے اور پھر سب سے اہم مقصد تو وہی قدیم مقصد ہے کہ آپ ﷺ کی سچائی اور دعویٰ نبوت کے برحق ہونے کو ہی مشکوک ٹھہرا دیا جائے تاکہ آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کا جذبہ مسلمانوں میں ماند پڑ جائے۔"[27]

اس حوالے سے سعید احمد کا کہنا ہے کہ : " استعماری قوتیں جانتی ہیں کہ اسلام دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے، اس کے آگے بند باندھنے اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے دین کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا جائے اور اسلام کے تین بنیادی عقائد کے پر خچے اڑا دیئے جائیں اور دنیا کو باور کرایا جائے کہ اللہ انجیل کا خدا نہیں ہے۔ محمد ﷺ خدا کے رسول نہیں ہیں۔ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔"[28] اسی طرح اسرار الحق لکھتے ہیں: " اگر اس قسم کے توہین رسالت کے خاکوں کو آزادئ اظہار کا جواز بنایا جاسکتا ہے تو پھر روئے زمین پر مغرب خاص طور پر امریکہ اور اسرائیل اس بات پر کیوں سیخ پا ہوئے جب یہودیوں کے نازیوں کے ہاتھوں قتل عام پر بحث چھڑی کہ واقعی یہ قتل عام ہوا تھا۔ مغرب کے بہت سے مصنفین اس بات پر اپنے شبہے کا اظہار کرتے ہیں کہ واقعی ایسا کوئی قتل عام ہوا تھا۔"[29]

9) فرقہ واریت

فرقہ واریت کا ہتھیار آج بھی اہل مغرب مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں، مختلف گروہوں میں تفرقہ پیدا کرنا اور پہلے سے موجود فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا دینا ان کا کامیاب ہتھکنڈہ ثابت ہو رہا ہے۔ بقول میر باہر مشتاق: " کئی صدیوں سے مسلمان مختلف فرقوں اور مسالک میں منقسم ہیں، لیکن ان اختلافات کی بنیاد پر جتنی نفرت اور خون ریزی عصر حاضر کے مسلمانوں میں نظر آتی ہے وہ ماضی میں نہیں تھی اور اس کی ایک وجہ یہی ہے کہ استعمار کے خفیہ ہاتھ ان تفرقات کی آگ کو ہوا دیتے ہیں۔ ان کے اعلیٰ دماغ بڑی محنت کے ساتھ مسلمانوں میں موجود مختلف فرقوں، مسالک اور مختلف نقطہ ہائے نظر رکھنے والے طبقات سے متعلق تحقیقات کرتے ہیں، پھر مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کے مابین اختلافی امور کو ہوا دیتے ہیں اور نفرتوں اور عداوتوں کے بیج بوتے ہیں۔"[30] عالم اسلام ایک طویل عرصہ سے فرقہ واریت کی لپیٹ میں ہے جس نے مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو جوڑنے والی قوتیں بہت کمزور اور توڑنے والی قوتیں بہت طاقتور ہیں۔ طاقتور قوتوں کے پیچھے عالمی قوتیں کھڑی ہیں اس فرقہ پرستی کا شاخسانہ یہ نکلا ہے کہ اب مساجد بھی جن کو امن وسلامتی کا مرکز کہا جاتا ہے محفوظ نہیں۔ فرقہ واریت کی جڑیں ہمارے معاشرے میں اس قدر گہری ہیں کہ موجودہ حالات میں اس کا توڑ کرنا ناممکن دکھائی دے رہا ہے اور اوپر سے سوشل میڈیا کے ذریعے بعض انتہا پسند مذہبی عناصر اپنے اپنے مسالک کے حق میں سادہ لوح پاکستانیوں کو عجیب وغریب مذہبی کنفیوژن میں مبتلا کیے رکھتے ہیں۔ فرقہ واریت کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر القادری کی تحریر ملاحظہ فرمائیں: " یہ حقیقت ہے کہ وحدت ملی کے تصور کو فرقہ پرستی کے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ یہ لعنت ہماری زندگی کے لیے زہر ہلاہل کا درجہ رکھتی ہے، لیکن اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ ہم نے اپنے علمی اختلافات ونزاعات کا موضوع بھی ذات مصطفیٰ ﷺ کو بنالیا ہے۔"[31]

ہمارے ملک میں سب سے زیادہ تعداد میں دو مسالک کے افراد آباد ہیں، یعنی شیعہ اور سنی۔ دونوں مسالک کے اختلافات کو خون ریزی کی حد تک پہنچا دینا بھی مغربی قوتوں کا شاخسانہ ہے، انہی قوتوں کے ہاتھ عراق میں بھی شیعہ سنی فسادات کے پیچھے تھے۔ مغرب نے سعودی عرب کو اس خوف میں مبتلا کر رکھا ہے کہ اگر سعودی عرب کے تیل پیدا کرنے والے مشرقی حصے میں کوئی شیعہ انقلاب آگیا تو سعودی عرب کے استحکام خصوصاً اس کے تیل کے ذخائر کو خطرہ لاحق ہو جائے گا، اسی طرح کا خوف مغربی میڈیا نے ایک پالیسی کے تحت پیدا کر رکھا ہے جو کہ سالہا سال سے اس شیعہ سنی عنصر کے ذریعے رخنہ پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہے، چنانچہ اس نے عراق میں اسے بڑے بڑے انداز میں استعمال کیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں اندوہناک اموات ہوئیں، حتیٰ کہ مقدس بارگاہوں پر حملوں کے واقعات رونما ہوئے۔

نتیجہ گیری

آج مسلم اقوام تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہی ہیں، مغربی تہذیب کے اثرات نے مسلم معاشروں میں ایک سنگین بحران پیدا کر دیا ہے۔ مغربی طاغوتی اور استعماری طاقتوں نے تین سو سال تک مسلمانوں پر حکمرانی کی، اس عرصہ کے دوران ان کی روحانی، اخلاقی ومعاشرتی اقدار کو کچلنے

میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انہیں ذہنی غلام بنانے کے لیے استعمار نے اپنے زیر تسلط علاقوں میں مخصوص تعلیمی پالیسی کا اجراء کیا، تاکہ ان علاقوں میں ان کے مفادات کا تحفظ ہو سکے۔ طاغوتی اور فرعونی استعمار کی اس تباہ کن حکمت عملی سے مسلمان ممالک بالخصوص افریقہ، مصر، عرب،، برصغیر پاک وہند، ملائشیا اور انڈونیشیا وغیرہ تک مغربی تہذیب مسلط کرنے کی منظّم کوشش کی گئی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بیسویں صدی کے نصف اوّل میں ہی بیشتر اسلامی ممالک آزاد ہوئے، لیکن ذہنی غلامی کا طوق جوں کا توں رہا۔ بقول محمد شریف سیالوی: ''مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر ہماری نوجوان نسل نے اس کی طرف سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا ہے۔ قومی سطح پر ہم اپنے تہذیبی و تمدنی ورثہ کو محفوظ رکھنے میں مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ تہذیب مغرب کے بے پناہ مضر اثرات کے باعث خود مغربی اقوام بھی چلا اٹھی ہیں اور ان کا باشعور اہل فکر و نظر طبقہ اس تہذیب کے ہاتھوں تباہی کی پیشگوئیاں کر رہا ہے۔ تہذیب مغرب کے ارتقاء میں مسلمان حکماء اور سائنس دانوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اکثر مغربی مؤرخین یونان، رومن سلطنت اور عیسائی مذہب کے بعد جست لگا کر نشاۃ ثانیہ اور صنعتی انقلاب کو زیر بحث لاتے ہیں اور دیدہ دانستہ مسلمانوں کے کارناموں اور علمی کردار کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔''[32] اس تناظر میں مغربی تہذیب کے رجحانات اور اثرات کو پہچاننا اور ان کا سدّباب بہت ضروری ہے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں ناکام رہے تو پھر بقول شاعر؎ "تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں۔"

*****

حوالہ جات

1۔ مولوی نور الحسن، نیئر، *نور اللغات* ، ج4 (اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1959ء)، 702۔

2۔ مولانا ابو طاہر، محمد صدیق، *مذاہب عالم کا جامع انسائیکلوپیڈیا* (کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، 2006ء)، 121۔

3۔ ڈاکٹر محمد، امین، *اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش* (لاہور، کتاب محل، 2018ء)، 19۔

4۔ سید قطب، شہید، *اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل* "اردو مترجم ساجد الرحمان صدیقی" (لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، 1986ء)، 144۔

5۔ پروفیسر ڈاکٹر انیس، احمد، امریکی سامراجیت اور مسلمان، *مجلّہ مغرب اور اسلام*، رسالہ 30 (دسمبر 2006ء) : 3۔

6۔ سعدیہ، رؤف، *مغربی استعمار اور عالم اسلام*، (لاہور، کتاب محل داتا دربار مارکیٹ، 2018ء)، 214۔

7۔ مولانا عاصم، عمر، ادیان کی جنگ، *دین اسلام یا دین جمہوریت* (ش ن، ادارہ حطین، 1434ھ)، 159۔

8۔ سید ابو الاعلیٰ، مودودی، *تنقیحات* (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 2004ء)، 38۔

9۔ مفتی محمد تقی، عثمانی، *اسلام اور سیاسی نظریات* (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2010ء)، 80۔

10۔ رؤف، *مغربی استعمار اور عالم اسلام*، 191۔

11۔ ڈاکٹر علامہ محمد، اقبال، *ضرب کلیم*، کلیات اقبال (لاہور، رابعہ بک ہاؤس، 2012ء)، 530۔

12۔ خرم، مراد، *مغرب اور عالم اسلام* (لاہور، منشورات، 2006ء)، 192۔

13۔ ڈاکٹر اسرار، احمد، *خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اسلام کا نظام* (لاہور، مکتبہ خدام القرآن، 1996ء)، 65۔

14۔ رؤف، *مغربی استعمار اور عالم اسلام*، 180۔

15۔ امین، *اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش*، 40۔

16۔ مراد، *مغرب اور عالم اسلام*، 88۔

17۔ مریم، خنساء، *مسلمانوں کا فکری اغواء* (لاہور، دار الکتب السّلفیہ، 1426ھ)، 143۔

18۔ امین، *اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش*، 44۔

19۔ ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی، ابو عبداللہ، *سنن ابن ماجہ*، ج3 (لاہور، مکتبہ العلم، 2015ء)، 311، رقم الحدیث 24۔

20۔ محمد مبشر، نذیر، *الحاد جدید کے مغربی اور مسلم معاشروں پر اثرات* (کراچی، دار التحقیق جامعہ کراچی، 2014ء)، 25۔

21۔ ڈاکٹر حافظ محمد، زبیر، مضمون فقہ اسلامی اور مستشرقین، سہ ماہی حکمت قرآن، لاہور، جلد33، شمارہ3(2014ء): 67۔

22۔ خنساء، مسلمانوں کا فکری اغواء، 299۔

23۔ اوریا مقبول، جان، ریڑھ کی ہڈی، حرف راز، ج2 (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2010ء)، 29۔

24۔ مودودی، تنقیحات، 37۔

25۔ سلیم منصور، خالد، روشن خیال تعلیم (منصورہ لاہور، ترجمان القرآن، 2005ء)، 84۔

26۔ ابو عمار زاہد، الراشدی، اسلام اور انسانی حقوق اقوام متحدہ کے عالمی منشور کے تناظر میں (لاہور، کتاب سرائے، 2011ء)، 99۔

27۔ رؤف، مغربی استعمار اور عالم اسلام، 218۔

28۔ ملک ڈاکٹر، سعید احمد، خون مسلم ارزاں ہے (لاہور، جاوید پبلشرز، 2003ء)، 225۔

29۔ اسرار، الحق، اسلام اور مغرب کا تصادم (لاہور، کتاب سرائے، 2016ء)، 17۔

30۔ میر بابر، مشتاق، امریکی دہشت گردی تاریخ اور اثرات (کراچی، عثمانی پبلی کیشنز، 2012ء)، 271۔

31۔ ڈاکٹر محمد طاہر، القادری، فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن (لاہور، منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2001ء)، 25۔

32۔ ڈاکٹر محمد شریف، سیالوی، اسلام اور تہذیب مغرب ایک تجزیہ، مجلّہ تحقیق، جلد22، شمارہ66(2000ء-2001ء): 63۔

Bibliography

1) Abu Abdillah, Ibn Majah, Muhammad b. Yazid, al-Qazwini, Sunan Ibn Majah, Lahore: Maktaba al-Ilm, 2015.
2) Ahmad, Dr. Asrar, Khilafat ki Haqiqat aur Asr-e Hazir may Islam ka Nizām, Lahore: Maktaba Khuddām al-Quran, 1996.
3) Ahmad, Prof. Dr. Anees, Americi Samarajiyat aur Musalmān, Journal Maghrib aur Islam, issue 30 (Dec. 2006)
4) Al-Haq, Asrar, Islam aur Maghrib ka Tasadum, Lahore: Kitab Saraye, 2016.
5) Al-Qadri, Dr. Muhammad Tahir, Firqah Parsti ka Khatima Kiyunkr Mumkin, Lahore: Mihaj al-Quran Publications, 2001.
6) Al-Rashidi, Abu Ammar Zahid, Islam aur Insani Hoqūq: Aqwām-e Mottahida key Alami Manshoor key Tanazur may, Lahore: Kitab Saraye, 2011.
7) Ameen, Dr. Muhammad, Tahzeeb-e Maghrib ki Kashmakash, Lahore: Kitab Mahal, 2018.
8) Iqbal, Dr. Allama Muhammad, Dharb-e Kaleem, Lahore: Rabia' Bokk House, 2012.
9) Jan, Oriya Maqbool, Ridh ki Haddi: Harf-e Rāz, Lahore: Sang-e Meel Publications, 2010.
10) Khalid, Salim Mansur, Roshan Khayal Taleem, Lahore: Tarjumān al-Quran, 2005
11) Khansā, Maryam, Musalmanon ka Fikri Aghwā, Lahore: Dar al-Kutub al-Salfiyah, 1426/
12) Maududi, Sayyed Abu al-Ala, Tanqihāt, Lahore: Islamic Publications, 2004.
13) Muhammad Siddique, Maolana Abu Tahir, Mazahib-e Alam ka Jame' Encyclopedia, Karachi: Idara al-Quran wa al-Ulūm al-Islamiyyah, 2006.
14) Murād, Khurram, Maghrib aur Alam-e Islam, Lahore: Manshorāt, 2006
15) Mushtaq, Mīr Babar, Americi Dehshatgardi: Tarikh wa Athrāt, Karachi: Uthmani Publications, 2012.
16) Nayyar, Maolawi Noor al-Hasan, Noor al-Lughāt, Islamabad: National Book Foundation, 1959.
17) Nazir, Muhammad Mubashshir, Ilhād-e Jadīd key Maghribi aur Muslim Mua'shiron pr Asrāt, Karachi: Idara al-Tahqīq Jamia' Karachi, 2014
18) Omar, Maolana Asim, Adyan ki Jhang: Dīn-e Islam ya Dīn-e Jamhoriyyat, Idara Hateen, 1434/
19) Rauf, Sadia, Maghribi Iste'mār aur Alam-e Islam, Lahore: Kitab Mahal, 2018
20) Saei'd Ahmad, Malik Dr., Khoon-e Muslim Arzān hy, Lahore: Javed Publishers, 2003.
21) Sayyalawi, Dr. Muhammad Sharif, Islam aur Tahzeeb-e Maghrib: Aik Tajziya, Journal Tahqīq 22, no. 66 (2000-2001).
22) Shahīd, Sayyed Qutub, Islam aur Maghrib key Tahzibi Masae'il, Trans. Sajiddur Rahman Siddiqui, Lahore: Maktaba Tameer-e Insaniyyat, 1986.
23) Uthmani, Mufti Muhammad Taqi, Islam aur Siyasi Nazriyat, Karachi: Maktaba Maā'rif al-Quran, 2010.
24) Zubair, Dr. Hafiz Muhammad, Mazmoon Fiqh-e Islami aur Mushtashriqīn, Quarterly Hikmat-e Quran 33, no. 3 (2014).